Submission of E-contents

1. Name: DR. SYED MOHAMMAD QUASIM
2. Designation: Associate Prof
3. Department/College: S. Sinha College, Aurangabad
4. Subject: URDU
5. Course Type : (UG/PG/UG Vocational Courses/PG Vocational Courses/Medical/Para-Medical/LAw/Technical/ Educational/ Diploma) write anyone : UG
6. Course (B.A/B.Sc/B.Com/M.A./M.Sc/M.Com) write anyone : B.A part 3 Urdu Hons.
7. Title/Heading of e-content : MEER TAQI MEER KE SHAERANA MOHASIN
8. Image to be displayed with e-content (1125x750 in jpg or png only): drive link
9. PDF of e-content (in . pdf and < 10Mb) : drive link
10. URL from YouTube Video of e-content:
11. Whatsapp Number * 9431632576

NOTE: In Sr.No.9 &10, One must be filled.

Fill and send to munodalgaya@gmail.com

B.A Hons. 3
Paper: V
Group: A

میر تقی میر کے شاعرانہ محاسن

میر تقی میر کی شاعری کا خمیر غم و الم اور یاس و حسرت کی آمیزش سے تیار ہوا ہے اور ان کی شاعری در اصل اس زندگی کی ترجمان ہے جہاں مایوسی و نا امیدی، بدحالی و شکست خوردگی اور افسردگی و بے کیفی کی کثرت ہے اور ان کیفیات و محسوسات کا واحد سرچشمہ وہ دور ہے جو میر کو نصیب ہوا یعنی میر کا زمانہ گوناگوں پریشانیوں کا زمانہ تھا۔ ایک طرف حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی تھیں تو دوسری طرف نئی طاقتیں سر اٹھا رہی تھیں۔ اس کے نتیجے میں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا اور ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔ زندگی خود سے فرار کرنے لگی کہ کہیں تحفظ کی صورت نکل سکے مگر جب حاکم وقت خود ہی زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہو تو رعایا کی زندگی کس قدر محفوظ رہ سکتی ہے۔ یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں۔ چنانچہ جب غم و الم کے سیاہ بادل خوف و ہراس کی دہلیز پر دستک دینے لگے تو ایسے عالم میں ساری دلی جو کبھی امن و سکون کا مرکز رہی تھی انتشار و ابتری کا شکار ہو کر رہ گئی اور ان خون فشاں اور خوفناک حالات کا اثر میر تقی میر کے حساس ذہن پر کافی گہرا پڑا اور دوسری طرف کچھ میر کے اپنوں نے بھی ان کے ساتھ ناروا سلوک جاری رکھا۔ چنانچہ اپنوں کی بے مروتی و بے التفاتی اور اس طبیعت پر حسرت ناک زندگی کے اثرات نے میر کی زندگی میں قنوطیت کا زہر گھول دیا اور وہ ظاہری طور پر زندگی کی صالح مثبت قدروں سے انحراف کرنے لگے اور پھر جب حالات زمانہ زیادہ ابتر و مکدر ہو گئے تو وہ بھی دوسرے ادبا و شعرا کی طرح امان کی تلاش میں دہلی سے ہجرت کر کے لکھنؤ پہنچ گئے مگر یہاں بھی ان کا دل دلی محبتوں میں اٹکا رہا۔ ان کے دل کا گداز ان اشعار میں ملاحظہ کیجیے سو

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو
ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے

جس کو فلک نے لوٹ کر ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

یعنی میر کا دل دلّی میں اس طرح اسیر تھا کہ لکھنؤ کی فراغت کے باوجود نہ بہل سکے۔

میر کا رنگِ شاعری صنفِ غزل میں ایک انفرادی شان رکھتا ہے اور جس کا کوئی ہمسر و ثانی نہیں۔ ان کی غزلوں میں رنج و الم اور درد و سوز کی جو گداختگی نظر آتی ہے وہ میر کا ذاتی نہیں بلکہ آفاقی حیثیت رکھتی ہے اس لئے ان کے کلام کا لب و لہجہ اور اس کا آہنگ قنوطی نظر آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام حسرت و یاس کا رنج و غم اور سوز و گداز کا بہترین ترجمان بن گیا ہے۔ غم و الم کی شدید پوروشوں کا احساس میر کو تھا۔ یہ اشعار دیکھئے۔

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا دن کو جوں توں شام کیا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

پھوڑا سا جو ساری رات پکتا رہے گا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میر کا سارا دیوان درد و غم اور حسرت و یاس کا ایک بیش قیمت اور نادر تحفہ ہے جسے دوسرا شاعر پیش نہیں کر سکا۔ چونکہ میر کا کلام زندگی کی محرومیوں کی داستان ہے اور یہ داستان ہر اس شخص کو متاثر کرتی ہے جو اردو کا کوئی دردمند دل کی صدا سے آشنا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ میر کی آپ بیتی جگ

بینی نے جگ بیتی کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ ان کے یہاں رنج و غم کی جو کیفیات ہیں وہ حقیقی ہیں۔ میر کے قنوطی لہجے اور قنوطی آہنگ نے ان کی شاعری کو جلا بخشی ہے یعنی غم و الم کی مکمل تصویر کشی میر کا فن ہے۔ ان کے یہاں غم کے اظہار میں بھی خلوص و صداقت، جدت و ندرت اور تاثیر و درد مندی موجود ہے۔ مثلاً یہ اشعار دیکھئے

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

میر کی شاعری میں غم کا جذبہ چھایا ہوا ہے لیکن یہ زندگی کی توانائی کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعے انسانی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ میر کی شاعری غم انگیز خیالات سے مملو ضرور ہے مگر اس پر صرف محرومی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے تجربات، احساسات اور جذبات کے اظہار میں خلوص سے کام لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے زندگی کو جس طرح محسوس کیا اسی طرح دنیا کے سامنے اشعار کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ مثلاً

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

REDMI NOTE 7 PRO
48MP DUAL CAMERA
2020

حسرت لطف عزیزانِ چمن جی میں رہی
سر پہ دیکھا نہ گل و سرو کا سایہ ہم نے

میر کی غزلوں میں حزنیہ آہنگ کے ساتھ نشاطیہ کی لے بھی سنائی دیتی ہے۔ ان کی غزلوں میں صرف غم و الم اور حرماں نصیبی کی ہی عکاسی نہیں ہے بلکہ امید و بیم کی رجائی کرنیں خاموشی کے ساتھ ساتھ چلتی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ کیجئے کو

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

کس قدر خوبصورت اور پاکیزہ شعر ہے جس میں میر نے سادگی و سلاست کے ساتھ اپنے فن کی آبیاری کی ہے اور جس میں گل کے آشنا ہونے کی تمنا شاعر کی امید کا پتہ دیتی ہے۔ میر کے یہاں زندگی کی بے ثباتی کا بھی برملا اظہار ہوا ہے۔ اسلوب میں جو گداختگی ہے وہ میر کی شاعری کا وقار بلند کرتی ہے کو

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

یہ محض شاعرانہ بیان نہیں بلکہ تجربے اور مشاہدے کا جو عرفان میر کو نصیب ہوا وہ ان کے ہم عصروں کو میسر نہیں۔ زندگی کو "کلی کے تبسم" سے تشبیہ دینا میر کی اعلیٰ شعری صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ اسی لئے غالب جیسے عظیم المرتبت شاعر کو بھی کہنا پڑا کہ سو

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

اور خود میر کو بھی اپنی شاعری کی عظمتوں کا یہ احساس بھی تھا سو

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں نہ ایسی سنیے گا
کہتے کسی کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

— × —